علمی مضامین سلسلہ نمبر ۳۸ ، قسط : ۱

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

مدنی رحؒ فارمولا

جس میں اُکابرین جمعیۃ علماءِ ہند پر ناسمجھ لوگوں کے اعتراضات کے جوابات تحریر کیے گئے ہیں جو روزنامہ ''جنگ لاہور'' میں اُشاعت پزیر ہوئے۔ (ناشر مرکزی دفتر نظام العلماء پاکستان لاہور)

گرمی ہنگامہ ہے تیری حسین احمد سے آج
جس سے ہے پرچم روایاتِ سلف کا سربلند
(مولانا ظفر علی خان مرحوم)

شعار اُس کا بزرگانِ سلف کا زہد و تقوی ہے
جہاد اُس کا نہیں پابند قید سبحہ گردانی
وہ جس کی خلوتِ شب کی بدولت اَب بھی تازہ ہے
گدازِ بوذر و عشقِ اُویس و سوزِ سلمانی
(مولانا محمد یحیٰ اعظمی)

مدنی فارمولے کے میرے اِس مضمون پر جو اِشکالات وَارد کیے گئے اُن کا جواب بھی میں نے لکھ کر بھیج دیا تھا جو روزنامہ ''جنگ لاہور'' ہی میں بہت دیر سے ۹ ؍جون ۸۴ء کو رنگین صفحات کے تیسرے صفحے پر شائع ہوا وہ بھی ہدیۂ قارئین ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرا ایک مضمون سیٹھی صاحب کے جواب میں ۱۵؍دسمبر ۱۹۸۳ء سے جنگ میں بالاقساط شائع ہوا۔ اِس کے جواب میں محترم مسعود صاحب ایڈووکیٹ کا مضمون ۷؍جنوری ۱۹۸۴ء کے روزنامہ جنگ میں شائع ہوا ہے۔ گزشتہ چھتیس سال تک جوابی دلیل کو اَخبارات میں کبھی جگہ نہیں دی گئی یک طرفہ پروپیگنڈہ ہی چلتا رہا ہے۔ سیٹھی صاحب کے مضمون اَور مجیب صاحب شامی کے لکھنے پر کہ جواب دلیل سے ہونا چاہیے پہلی بار جمعیت کا فارمولا اَور دَلیل اَخبار میں چھپی اِس کے جواب میں مسعود صاحب نے مضمون لکھا تو اُس میں جذباتی رنگ کا غلبہ نظر آیا اُنہوں نے جذبات میں موضوع سے ہٹ کر اَور نئی بات چھیڑ دی وہ بھی بے اَصل ہے مگر یہاں ایک گروہ اُسے اپنے زور اَور دھاندلی سے لکھتا چلا آرہا ہے کہ حضرت مدنی ؒ دوقومی نظریے کے مخالف تھے کیونکہ مسعود صاحب کا مضمون میرے مضمون کے جواب میں ہے اِس لیے میری یہ تحریر آپ کے سامنے آرہی ہے جو جواب الجواب ہے۔

اُن کی تحریر کے اِس حصّے سے ہمیں کامل اِتفاق ہے کہ اَیسے مضامین کی اشاعت جبکہ تقسیم کو اِتنا طویل عرصہ گزر چکا ہے لایعنی ہے اَور یہ پاکستان کے لیے مفید نہیں ہے اِس لیے ہم یہ کہتے ہیں کسی اَخبار کو اکابرِ اُمت پر کیچڑ اُچھالنے کی اجازت نہ ہونی چاہیے کوئی اَخبار اگر اِس بات کو خدمتِ اِسلام اَور خدمتِ پاکستان تصور کرتا ہے تو اُس کی اِس غلط فہمی کی اِصلاح کر دینی چاہیے اُسے چاہیے کہ وہ تہمت سازی اَور دُشنام طرازی کو تاریخی حقائق کا نام نہ دے ورنہ اِتنا تحمل اَور حوصلہ پیدا کرے کہ کم اَز کم تاریخی حقائق کسی دُوسرے بے کس کی زبان سے بھی سن لے وہ اگر جواب دے تو بُرا کیوں مانتے ہیں؟

خصوصًا جبکہ اُس کے جواب کا مقصد اپنے اَکابر کی صفائی اَور اُن کی نیک نیتی کا اِظہار ہو اُسے تاریخی حقیقت سمجھیں نہ کہ پاکستان کی مخالفت۔ کیا پاکستان اِتنا کمزور ہے کہ یک چشمی تاریخ بیان کی جائے تو قائم رہے گا اَور دُوسرا نظریہ اَور اُس کی دلیلیں سامنے آئیں تو خدانخواستہ اِس کے وجود کو خطرہ لاحق ہوجائے گا

ہم تو ایسا نہیں سمجھتے ہم تاریخ کے دونوں پہلو جانتے ہوئے بھی پاکستان کے اُن لوگوں سے زیادہ خیرخواہ وفادار اَور دُعاء گو ہیں جو اپنے آپ کو نظریۂ پاکستان کا حامی کہتے ہیں ہم اِسے مذہبی فریضہ جانتے ہیں ہم اِس پر اَز رُوئے حکمِ شرعی قائم ہیں۔

اِس لیے ہم نے بنگلہ دیش بننے کی مخالفت کی تھی اَور آج بھی ہمارے دِل اِس پر رنجیدہ ہیں جبکہ وہ لوگ جو قائدِ اعظم کے سپاہی ہونے کے مدعی تھے پاکستان توڑ کر بنگلہ دیش بنا رہے تھے کیونکہ اُن کے سامنے ایک مسلمانوں کے ملک کے توڑنے کے گناہ و اِدبار کا کوئی سوال ہی نہ تھا اُس وقت ہماری جماعت کی قیادت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب اَور حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہما کر رہے تھے۔

مفتی صاحبؒ نے شیخ مجیب مرحوم سے کہا تھا کہ ہمارے بزرگوں نے تقسیم کی مخالفت کی تھی لٰہذا ہم اَب تقسیم دَر تقسیم کی مخالفت کر رہے ہیں وہ فرماتے تھے کہ میں نے اُن سے ہاتھ جوڑ کر کہا ''خدا کے لیے ایسے مطالبات و جذبات سے باز آجاؤ'' لیکن یہ قائدِ اعظم کے نام لیوا مشرق میں تھے یا مغرب میں وہ سب کچھ کر کے رہے جو اُن کے دِل میں آیا۔

نظریۂ پاکستان اَور علماء :

ہم تو یہ جانتے ہیں کہ نظریۂ پاکستان میں مسلمانوں کی اِقتصادیات اَور مذہب دونوں داخل ہیں اِس لیے ایک عالم سے زیادہ مکمل نظریۂ پاکستان کا محافظ کوئی اَور نہیں ہوسکتا ہم یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان حقیقی معنٰی میں پاکستان بن جائے کیونکہ یہاں آج تک اِتنا کام ہوا ہے کہ پاکستان کے مذہب کی تعیین کی گئی ہے کہ وہ اِسلام ہوگا اَور مسلک و قانون معین نہیں ہوا ہم چاہتے ہیں کہ وہ معین کیا جائے کہ حنفی ہوگا اَور ہمارا قانون اِسی فقہ پر مبنی ہوگا اَور شیعہ حضرات کے لیے فقہ جعفری پر مبنی قانون ہوگا اَور حنفی قانون ہی فوج میں نافذ ہوگا موجودہ سول لاء اَور مارشل لاء دونوں منسوخ کر دِیے جائیں گے نئے مسائل پیش آئیں گے تو اُن میں اِجتہاد ہوگا اَور عدالتیں آزاد اَور بالا دست ہوں گی۔

مسعود صاحب نے اپنا تعارف کرایا ہمیں اُن کی قدر رہے (خدا ہم سے اَور اُن سے اپنے دین کی اور خدمت لے) اُنہوں نے قائد اعظم کی تعریف کی وہ بھی بجا ...... مگر حضرت مدنیؒ دُوسرے طبقہ کے مکرم تھے اَور جنہوں نے اُنہیں قریب سے دیکھا ہے وہ اُن کے مداح ہیں اَور معتقد۔ اگر قائدِ اعظم دِلِ دردمند

رکھتے تھے تو وہ بھی دل دردمند رکھتے تھے اگر قائدِاعظم کو مسلمانوں کی فلاح مطلوب تھی تو مولانا مدنی ؒ کو بھی اُمتِ مسلمہ کی فلاح مقصود تھی اُن کے قریب رہنے والے اُن کی دُعاء نیم شب بھی دردِ اُمت لکھتے ہیں۔ وہ اُمتِ مسلمہ کے لیے اِن درد بھرے الفاظ سے دُعا کیا کرتے تھے :

كَرَمَكَ يَا اَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ عَلَيَّ وَعَلٰی اُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

اے اَکرم الاکرمین! تجھ سے اَپنے اُوپر اَور اُمتِ محمد ﷺ پر کرم کا سوالی ہوں کرم فرما

بقول جامی ؒ ؎

اِیں قدر مستم کہ از چشم شراب آید بروں
از دلِ پُر حسرتم دودِ کباب آید بروں
قطرہ در دلِ جانی بدریا اَفگنی
سینہ بریاں دل تپاں ماہی ز آب آید بروں

اگر قائداعظم کی تعریف جائز ہے تو مولانا مدنی ؒ کی تعریف کیوں جائز نہیں جبکہ وہ پاکستان کے تقریبًا ڈیڑھ ہزار مدارس کے اَساتذہ کے اُستاذ حدیث یا اُستاذ الاستاذ ہیں۔

محترم مسعود صاحب نے سوال کیا کہ ''مضمون میں کشمیر کی کٹوتی کس سلسلہ کی کڑی ہے۔''

☆ اِس کے جواب میں عرض ہے کہ اَگر اِن کا مقصد یہ ہے کہ کشمیر کے حصہ میں اَور آسام کے حصہ میں علامتی لکیریں کیوں نہیں ہیں تو یہ ہلکی اَور مدہم ہونے کی وجہ سے طباعت میں نہیں آسکیں اصل میں مسودہ میں جو ''جنگ'' کے دفتر میں محفوظ ہوگا موجود ہیں اَلبتہ دُوسرا نقشہ جو اَخبار میں طبع ہی نہیں ہوسکا وہ ہے جو علامہ عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات کا سرورق ہے اِس میں آدھا کشمیر پاکستان میں اَور آدھا ہندوستان میں دِکھایا گیا ہے ہم نے صرف نقل کیا ہے اِس کی وجہ اِس نقشہ کے طابع و ناشر حضرات ہی بتلاسکیں گے اَور یہ ایک طرح مسلم لیگ ہی کا فارمولا تھا کیونکہ علامہ عثمانی کا پیش کردہ ہے۔

ہمیں اِتنا معلوم ہے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے تو دسمبر ۱۹۴۵ء میں اَکابرینِ مسلم لیگ کو اِس طرف توجہ دِلائی تھی کہ وہ کشمیر کو اپنے مطالبہ میں شامل رکھیں اِسے کیوں بھول جاتے ہیں۔

وہ تحریر فرماتے ہیں :

''اِن تمام اقوال میں کشمیر کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے مگر چوہدری رحمت علی صاحب بانی پاکستان نیشنل موومینٹ ۱۹۳۳ء میں کشمیر کو بھی اِس میں داخل فرماتے ہوئے پاکستان کی وجہ تسمیہ میں حرفِ کاف کو کشمیر ہی میں سے لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ مسلم آبادی کی وہاں پر خصوصی اَور غیر معمولی اکثریت اِس کی مقتضی بھی ہے اگر چہ لیگی حضرات اِس سے ساکت یا مخالف معلوم ہوتے ہیں۔'' (پاکستان کیا ہے؟ حصہ دوم ص ۸، ناشر ناظم جمعیۃ علماءِ ہند مطبوعہ دِلی پرنٹنگ ورکس)

اِن کے فریقِ مخالف کو اِس کی بھول چوک پر متنبہ کرنا اُن کی للّٰہیت اَور اخلاص بمسلمین کی اعلیٰ مثال اَور مسعود صاحب کے تحریر کردہ اِس شعر کی مصداق ہے۔

اگر بینم کہ نابینا و چاہ اَست   اگر خاموش بنشینم گناہ اَست

ہندوستان کی تین بڑی جماعتوں جمعیۃ علماءِ ہند، کانگریس، اَور مسلم لیگ کی تجاویز اَور اُن کی تشریح ''توضیح تجاویز'' کے نام سے مولانا سیّد محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماءِ ہند نے مرتب کر کے اُسی دَور میں شائع کی تھیں۔ اُس میں وہ اُس وقت کی صوبائی حالت کے مطابق تحریر فرماتے ہیں :

''کیونکہ موجودہ تقسیم کے بموجب چار صوبوں میں اَور بشمول بلوچستان و کشمیر و آسام سات صوبوں میں وہ خود اَکثریت میں ہیں۔'' (توضیح تجاویز ص ۹)

کہنا یہ ہے کہ اِن حضرات نے کشمیر کا ذکر جابجا کیا ہے۔ اَور حضرت مدنی نے باقاعدہ مسلم لیگ کو توجہ دِلائی ہے کہ وہ اِسے اپنے مطالبہ میں شامل کرنا نہ بھولے تاکہ اَگر تقسیم کا فارمولا منظور ہو تو بھی بہت بڑی مسلم مملکت وجود میں آئے مسلمانوں کا نفع ہو۔

مسعود صاحب لکھتے ہیں :

''تحریکِ پاکستان کے وقت بھی تاریخ خود کو دہرا رہی تھی جس بزرگ نے مسلم قوم کی دستگیری کی علماء کرام نے کفر کے فتوے داغنے شروع کر دیے۔''

☆ میں اِس کا جواب نہیں بلکہ اِس کی وضاحت کرنی ضروری سمجھتا ہوں کہ اَکابر جمعیۃ علماءِ ہند نے ایسا نہیں کیا وہ اَور لوگ ہیں جنہوں نے علامہ اِقبال اَور قائداعظم کو حتی کہ مسلم لیگ میں شرکت کرنے والے

کو بھی کافر کہہ ڈالا تھا۔

مسعود صاحب نے لکھا ہے کہ :

''کسی عالمِ دین کے سیاسی مسلک سے اِنحراف کفر و اِلحاد نہیں۔''

☆ یہ تو ٹھیک ہے مگر میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کسی عالم کی مخالفت میں اِس پر تہمتیں لگانا بے تحقیق کسی عالم یا کسی بھی مسلمان کو حرام خور سود خور کہنا اَور بے سبب اَیسے بیانات جاری کرنا کیا یہ بھی رَوا ہے؟ اگر یہ رَوا ہے تو ہمیں بھی اجازت ہونی چاہیے کہ ہم بھی کسی کے بارے میں باثبوت اِسی قسم کی باتیں پیش کر دیں۔

جناب مسعود صاحب لکھتے ہیں :

''مولانا حسین احمد مدنی نے جس وقت یہ فرمایا تھا کہ قومیں اَوطان سے بنتی ہیں علامہ اقبال نے فوراً کہا تھا عجم ہنوز نداند الخ''

☆ اِس کے جواب میں عرض ہے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جملہ فرمایا ہی نہیں، نہ وہ اِس کے قائل تھے۔

پروفیسر یوسف سلیم چشتی [1] جنہیں قائد اعظم نے ایک دفعہ آسٹریلین مسجد (لاہور) میں اپنی جگہ طلباء سے خطاب کرنے کا شرف بھی بخشا تھا اَور اُنہیں مصورِ پاکستان علامہ اِقبال کے شارح کلام ہونے کا وہ درجہ حاصل ہے جو کسی دُوسرے کو نہیں۔ وہ علامہ کے اِختلاف کا پورا قصہ یوں تحریر فرماتے ہیں :

''۸؍جنوری ۱۹۳۸ء کی شب میں حضرت مولانا مدنی نے صدر بازار دہلی متصل پل بنگش ایک جلسہ میں ایک تقریر فرمائی جس کا بڑا حصہ ۹؍جنوری کے ''تیج'' اَور ''اَنصاری'' دہلی میں شائع ہوا، چندروز کے بعد ''الامان'' اَور ''وحدت'' دہلی نے اِس تقریر کو قطع و برید کے بعد اپنے صفحات میں جگہ دی، اِن پرچوں سے ''زمیندار'' اَور ''اِنقلاب'' لاہور نے اِس تقریر کو نقل کیا اَور یہ جملے حضرت اَقدس کی طرف منسوب کر دیے کہ حسین احمد دیو بندی نے مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ چونکہ اِس زمانے میں قومیں وطن سے بنتی ہیں مذہب

[1] واضح رہے کہ پروفیسر یوسف سلیم صاحب چشتی نے حضرت اقدس رحمہ اللہ جو کہ صاحبِ مضمون ہیں، کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کر رکھا تھا۔ (ادارہ)

سے نہیں بنتیں اِس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ بھی اپنی قومیت کی بنیاد وطن کو بنائیں اوکما قال۔

جب یہ اَخباری اطلاع علامہ اقبال کے کان میں پڑی تو اُنہوں نے حضرت اَقدس سے اِستفسار یا تحقیق کیے بغیر یہ تین اَشعار سپرد قلم کردیے۔ عجم ہنوز نداند الخ۔ اِن اشعار کی بناء پر ہندوستان کے علمی اَور دینی حلقوں میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا جس کی تفصیل اُس زمانہ کے روزانہ اَور ہفتہ وار اَخباروں سے معلوم ہوسکتی ہے۔ خوش قسمتی سے ایک دَردمند مسلمان جنہوں نے مصلحتًا ''طالوت'' کا نام اِختیار کرلیا تھا حقیقتِ حال دریافت کرنے کیلیے حضرت مدنی کی خدمت میں ایک خط لکھا جس کے جواب میں حضرت موصوف نے ایک خط اُنہیں لکھا پھر طالوت صاحب نے حضرت مدنی کے اِس خط کے اقتباس ایک مکتوب میں علامہ اقبال کی خدمت میں لکھ کر بھیجے۔'' (اقبال کے ممدوح علماء ص ۷۹)

(اَور مکمل خط و کتابت کے لیے ملاحظہ ہو: اقبال کے ممدوح علماء ص ۸۰ تا ۸۵)

غرض اِس خط و کتابت کے نتیجہ میں روزنامہ ''احسان'' لاہور میں حضرت مدنی کا بیان اَور علامہ اقبال کا تردیدی بیان شائع ہوگیا۔

(روزنامہ احسان لاہور مؤرخہ ۲۸ر مارچ ۱۹۳۸ء)

''میں نے مسلمانوں کو وطنی قومیت اختیار کرنے کا مشورہ نہیں دیا۔ (حضرت مدنی کا بیان)۔

مجھے اِس اعتراف کے بعد اُن پر اعتراض کرنے کا کوئی حق باقی نہیں رہتا۔ (علامہ اقبال کا مکتوب)۔

جناب ایڈیٹر صاحب ''احسان'' لاہور السلام علیکم!

میں نے جو تبصرہ مولانا حسین احمد صاحب کے بیان پر شائع کیا ہے اَور جو آپ کے اَخبار میں شائع ہوچکا ہے اُس میں میں نے اِس اَمر کی تصریح کردی تھی کہ اگر مولانا کا یہ اِرشاد ''زمانۂ حال میں قومیں اَوطان سے بنتی ہیں'' محض بر سبیل تذکرہ ہے تو مجھے اِس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اَور اگر مولانا نے مسلمانانِ ہند کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ جدید نظریۂ قومیت کا اِختیار کرلیں تو دینی پہلو سے مجھے اِس پر اعتراض ہے مولوی صاحب کے اِس

بیان میں جو اخبار اَنصاری میں شائع ہوا ہے مندرجہ ذیل الفاظ ہیں :

''لہٰذا ضرورت ہے کہ تمام باشندگانِ ملک کو منظم کیا جائے اَور اُن کو ایک ہی رشتہ میں منسلک کر کے کامیابی کے میدان میں گامزن بنایا جائے۔ ہندوستان کے مختلف عناصر اَور متفرق ملل کے لیے کوئی رشتہ اِتحاد بجز قومیت اَور کوئی رشتہ نہیں جس کی اَساس محض یہی ہوسکتی ہے۔''

اِن الفاظ سے تو میں نے یہی سمجھا کہ مولوی صاحب نے مسلمانانِ ہند کو مشورہ دیا ہے اِسی بناء پر میں نے وہ مضمون لکھا جو اَخبار ''احسان'' میں شائع ہوا ہے لیکن بعد میں مولوی صاحب کا ایک خط طالوت صاحب کے نام آیا جس کی ایک نقل اُنہوں نے مجھ کو بھی اِرسال کی ہے اِس خط میں مولانا اِرشاد فرماتے ہیں :

''میرے محترم سر صاحب کا اِرشاد ہے کہ اگر بیان واقعی مقصود تھا تو اِس میں کوئی کلام نہیں ہے اَور اگر مشورہ مقصود ہے تو وہ خلافِ دیانت ہے۔''

اِس لیے میں خیال کرتا ہوں کہ پھر الفاظ پر غور کیا جائے اَور اِس کے ساتھ ساتھ تقریر کے لاحق و سابق پر نظر ڈالی جائے۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ موجودہ زمانہ میں قومیں اَوطان سے بنتی ہیں یہ اِس زمانہ کی جاری ہونے والی نظریت اَور ذہنیت کی خبر ہے یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ ہم کو اَیسا کرنا چاہیے یہ خبر ہے اِنشاء نہیں ہے کسی ناقل نے مشورہ کو ذکر بھی نہیں کیا پھر اِس کو مشورہ قرار دینا کس قدر غلطی ہے۔''

خط کے مندرجۂ بالا اِقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا اِس بات سے صاف اِنکار کرتے ہیں کہ اُنہوں ے مسلمانانِ ہند کو جدید نظریۂ قومیت اِختیار کرنے کا مشورہ دیا لہٰذا میں اِس بات کا اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھ کو مولانا کے اِس اعتراف کے بعد کسی قسم کا کوئی حق اعتراض کرنے کا نہیں رہتا۔ میں مولانا کے اُن عقیدت مندوں کے جوشِ عقیدت کی قدر کرتا ہوں جنہوں نے ایک دینی اَمر کی توضیح کے صلے میں پرائیویٹ خطوط اَور پبلک تحریروں میں گالیاں دیں خدائے تعالیٰ اُن کو مولانا کی صحبت سے زیادہ مستفید

فرمائے نیز اُن کو یقین دِلاتا ہوں کہ مولانا کی حمیتِ دینی کے احترام میں میں اُن کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں''۔

محمد اِقبال

(اقبال کے ممدوح علماء مصنفہ قاضی اَفضل حق قریشی ص ۸۶،۸۷)

نیز یہی مضمون ملاحظہ ہو اِسی کتاب میں ص ۸۹ بحوالہ اَنوارِ اِقبال، اِقبال ریویو اَور سرگزشت اِقبال۔ اَور ڈاکٹر محمد اقبال کی چند تنقیدات و ترجیعات کے زیر عنوان ص ۱۲۱ کتاب مذکور۔

۲۸/ مارچ کو علامہ اقبال کا تردیدی بیان شائع ہوا ہے اَور ۲۱/اپریل کو اُن کی وفات ہوگئی وہ علیل تھے اِس لیے وہ اپنی یہ بات جو سید نذیر نیازی مرحوم سے فرمائی تھی پوری نہ کر سکے کہ :

''وہ صاف صاف فرمادیں کہ اِسلام کی رُو سے وطن بنائے قومیت نہیں وہ اَیسا کریں تو ہم اُن کی جرأتِ اِیمانی کے اعتراف میں تین کے بجائے چھ شعر کہہ دیں گے۔

(اقبال کے حضور ص ۱۶۶)

علامہ اقبال مرحوم کے رجوع کا واقعہ عبدالمجید سالک نے ''ذکرِ اِقبال'' میں ص ۲۱۷ پر اَور ایم۔ایس ناز نے اِس سے بہت زیادہ تفصیل سے ''حیاتِ اِقبال'' میں ترجیعات کے زیرِ عنوان ص ۱۲۲ پر دیا ہے۔مولانا حکیم فضل الرحمٰن صاحب سواتی مقیم آمبور جنوبی ہند لکھتے ہیں :

''حضرت مولانا مدنی کا اَخبارات میں بیان اَور اِقبال احمد صاحب سہیل[1] کی متذکرہ بالا نظم جب ڈاکٹر اِقبال صاحب کی نظر سے گزری تو فوراً اَخبار مدینہ بجنور مورخہ ۲۵/ مارچ ۱۹۳۸ء میں مضمون شائع کرادیا کہ واقعی مجھ سے غلطی ہوئی ہے مجھے غلط خبر پہنچی تھی جس کی وجہ سے میں نے براَفروختہ ہوکر اُن پر سخت تنقید کی اَب اصل حقیقت مجھ پر منکشف ہوگئی ہے اِس لیے میں مولانا مدنی سے خواستگارِ معافی ہوں اُمید ہے کہ مولانا صاحب مجھے معاف فرمائیں گے۔''

---

[1] اِن کی پوری نظم تکملہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

''ڈاکٹر اِقبال صاحب نے تو معافی مانگ لی لیکن لوگوں نے اُن کے کلیات سے قطعہ خارج نہیں کیا اَصل بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا معافی نامہ ۲۵؍ مارچ ۱۹۳۸ء کو شائع ہوا تھا اَور اُن کا اِنتقال ۲۰؍ اپریل ۱۹۳۸ء کو ہوا اگر زیادہ دِن تک زندہ رہتے تو یقین ہے کہ وہ خود قطعہ کو کلیات سے خارج کر دیتے۔''

(اِقبال کے ممدوح علماء ص ۱۲۳)

علامہ اِقبال سہیل کی یہ بلند پایہ نظم بیس اَشعار پر مشتمل ہے اِس کے چند اَشعار یہ ہیں :

بلند تر بود اَز قوم رُتبۂ ملت
که حَبلِ دین قوی تر ز رشتۂ نسبی است

مگر بہ ہموطناں در جہادِ اِستخلاص
مجاہدانہ تعاون ز روئے حق طلبی ست

محبت وطن ست اَز شعائر ایماں
ہمیں حدیث پیمبر فدیتۂ بابی ست

بگیر راہ حسین احمد اَر خدا خواہی
کہ نائب ست نبی را و ہم ز آلِ نبی ست

اِس کے بعد حضرت مدنی ؒ نے ایک تالیف بھی شائع کی جس میں اِس خلافِ اِسلام نظریۂ قومیت کی نفی فرمائی اِس کا نام ''متحدہ قومیت اَور اِسلام'' ہے۔ پھر اِسی نام سے اِسی مضمون کا رسالہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب جنرل سیکریٹری جمعیۃ علماءِ ہند نے تحریر فرمایا جسے ناظم بستانِ اَدب دیوبند نے شائع کیا۔ اِس کا مقدمہ مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی نے لکھا ہے جو علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی کے سگے بھتیجے ہیں اُنہوں نے حضرت مدنی ؒ کے خطبۂ صدارت اِجلاس جونپور کے حوالہ سے ص ۴ پر لکھا ہے :

''یورپین لوگ قومیت متحدہ کے جو معنٰی مراد لیتے ہیں اَور جو کانگریسی اشخاص اِنفرادی طور پر معانی بیان کرتے ہوں اُن سے یقیناً جمعیۃ علماء بیزار اَور تبری کرنے والی ہے۔''

(خطبۂ صدارت اِجلاس جمعیۃ علماءِ ہند جونپور ص ۴۵۔۴۶)

یہی مضمون مولانا سیّد محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماءِ ہند نے اپنے رسالہ ''پاکستان کیا ہے'' میں نقل کیا ہے۔ حصہ دوم ص ۴۰ مطبوعہ دِلی پرنٹنگ ورکس دہلی۔

علامہ اِقبال سہیل کی طرح حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانیؒ ۱؎ نے اَشعار میں اَور مولانا سیّد سلیمان ندویؒ نے ایک مضمون میں حضرت مدنی کے مؤقف کی وضاحت اَور تائید کی ہے۔ سید صاحب کا مضمون اُس دور میں اَخبار ''الجمعیۃ'' میں شائع ہوا تھا اُن کا بھی جمعیۃ علماءِ ہند سے تعلق تھا، ۱۹۲۶ء کے سالانہ اِجلاس جمعیۃ کی صدارت اُن ہی نے فرمائی تھی جو کلکتہ میں ہوا تھا۔

جناب جسٹس جاوید اِقبال صاحب ۲؎ سے گزارش :

ان تصریحات کے بعد جناب جسٹس سے میری گزارش ہے کہ وہ ''عجم ہنوز نداند الخ'' کے اَشعار کو علامہ اقبال مرحوم کے مجموعۂ کلام سے حذف کرا کے ممنون فرمائیں اَور محترم مسعود صاحب جیسے حضرات سے عرض ہے کہ وہ اِس مشہورِ عوام غلطی کو اپنے اَذہان سے محو فرمادیں تاکہ حضرت مدنی پر غلط اِلزام کی جوابدہی سے خدا کے یہاں بچیں رہیں جس طرح خود علامہ نے ع

چہ بے خبر ز مقامِ محمدؐ عربی اَست

میں جنابِ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی قومیتِ عرب کا ذکر فرمایا ہے اَور جس طرح اُنہوں نے بچہ کی دُعا میں جو اسکولوں میں رائج ہے وطن کا ذکر فرمایا ہے ۔

ہو مرے دم سے یوں ہی میرے وطن کی زینت
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت

اَور رائج الوقت ترانہ ہے ۔

اے وطن میرے وطن پیارے وطن

وغیرہ۔

بس اِسی قدر وَطنیت کے حضرت مدنی بھی قائل تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم

۱؎ اِن کے اَشعار مع شرح تکملہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۲؎ ڈاکٹر اِقبال صاحب مرحوم ومغفور کے صاحبزادے

مسعود صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ :

''(قراداد کے) بہتر یا بدتر کا سوال نہیں یہ تحریکِ پاکستان کی نفی تھی ہم تقسیم چاہتے تھے اِن کا مطالبہ متحدہ ہندوستان تھا جو اِنڈین نیشنل کانگریس کا مطالبہ تھا۔''

☆ اِس کا جواب یہ ہے کہ یہی تو نقطۂ نظر کا فرق ہے آپ فقط تقسیم پر نظر رکھتے تھے اَور جمعیۃ اِس پر نظر رکھتی تھی کہ ہندوستان میں رہ جانے والے مسلم اَقلیت والے صوبوں سمیت تمام مسلمانوں کے لیے زیادہ مفید کون سی صورت ہوسکتی ہے اُس وقت بحث ہی یہ تھی۔ اَور جمعیۃ کا موقف یہ تھا کہ صوبائی وسیع غیر مصدقہ تمام اِختیارات کا فارمولا بہتر ہے۔ اَور آپ حضرات تو وہاں کی مسلم اَقلیت کے مراسم تجہیز و تکفین تک اَدا کر کے پاکستان بنانے کے لیے تیار تھے۔ یہ سب جانتے ہیں اِس لیے ہم صرف اِتنا کہنا چاہتے ہیں کہ اِن حضرات کے لیے بدنیت بددیانت کانگریس سے سود کا پیسہ کھانے والے وغیرہ کہہ کر اپنی عاقبت برباد نہ کریں کیونکہ وہ مخلص تھے اَور اُن کا نقطۂ نظر اَور تھا۔

میرے مضمون کا داعیہ یہی ہے (اَور کوئی مقصد نہ لیجیے) کیونکہ مطالبہ یہ تھا کہ دلیل سے اُن کا مؤقف بیان کیا جائے اِس لیے لکھنا ضروری ہوگیا۔ (جاری ہے)

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) زیرِ تعمیر مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے مجوزہ دَارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) اَساتذہ اور عملہ کے لیے رہائش گاہیں

(۴) کتب خانہ اور کتابیں

(۵) زیرِ تعمیر پانی کی ٹنکی کی تکمیل

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

علمی مضامین سلسلہ نمبر ۳۸ ، قسط : ۲، آخری

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

مدنی رحؒ فارمولا

پھر تحریر فرماتے ہیں :

''جمعیۃ علماءِ ہند کے فارمولے کو مولانا ابوالکلام آزاد نے کانگریس کی طرف سے پیش کیا تھا۔''

☆ یہ بات تاریخی اعتبار سے درست نہیں ہے۔ کانگریس کا فارمولا اَور تھا جیسا کہ اَبھی عرض کروں گا اِس سے قبل مولانا آزاد کے بارے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اُن کا تعلق اَکابرِ جمعیۃ سے شروع سے قوی چلا آرہا تھا جو ۱۹۴۶ء میں بھی تھا اَور تا حیات قائم رہا۔ اُن کے بارے میں آپ اِنڈیا آفس کے ریکارڈ سے انگریزوں کی سی آئی ڈی کی رپورٹیں پڑھیے کہ کیا لکھتے ہیں محبِّ وطن ہونے ساتھ وہ کتنے کٹّر مذہبی ہیں۔

اَبوالکلام آزاد :

محی الدین۔ کنیت ابوالکلام آزاد۔ الہلال کا بدنام اَیڈیٹر۔ انجمن حزب اللہ اَور کلکتہ دارُ لارشاد کالج کا بانی۔ دِلی کا باشندہ ہے لیکن تعلیم عرب میں پائی ہے اِنتہا درجہ میں اِتحادِ اِسلامی کا حامی ہے نہایت کٹّر اَنگریز دُشمن اَور بے حد متعصب ہے۔ دیو بند کی سازشِ جہاد کا نہایت سرگرم رکن تھا۔ (۱) یقین کیا جاتا ہے کہ حالیہ شورِش میں اِس نے ہندوستانی متعصبوں کو روپے کی اَور دُوسری طرح کی مدد دی ہے۔ (۲) جنودِ ربانیہ کی فہرست میں

لیفٹیننٹ جنرل ہے۔(تحریکِ شیخ الہندؒ ص۳۸۸)

ایک اَور رپورٹ میں تحریر ہے :

''مولوی ابوالکلام آزاد نے اگست ۱۹۱۵ء میں مولوی عبیداللہ سے مشورہ کے بعد نظارۃ المعارف القرآنیہ کے خطوط پر کلکتہ میں مدرسہ قائم کیا اِس کا نام ''دارُالارشاد'' رکھا اِس مدرسہ میں ابوالکلام آزاد تعلیماتِ قرآنی کا درس دیا کرتا تھا۔

مولوی ابوالکلام آزاد نے جن لوگوں کو ملازم رکھا تھا اُن میں سے ایک مولوی مظہرالدین سے ایک قابل اعتراض عربی کتاب اَلْخَوَاطِرُ فِی الْاِسْلَام (اِسلام کے راستہ کی رُکاوٹیں) کا ترجمہ کرایا گیا ترجمہ مکمل ہوگیا اَور ابوالکلام آزاد نے مارچ ۱۹۱۶ء میں اِس کی اشاعت اپنے اَخبار البلاغ میں شروع کردی اُسی وقت حکومت نے ابوالکلام آزاد کی نقل وحرکت پر پابندیاں لگادیں جس کے باعث اَخبار کی اشاعت بند ہوگئی۔

اِس کتاب کے ذریعہ ملکِ معظم کے دُشمن ترکوں کے حق میں مسلمانانِ ہند کے جذباتِ ہمدردی کو یقینی طور پر بھڑکانے کی کوشش کی گئی ہے۔

عبیداللہ کی طرح ابوالکلام کے درس میں بھی سچے مسلمانوں پر جہاد کی فرضیت کے بارے میں زور دیا گیا ہے۔(ابوالکلام آزاد کی) تقریروں کی یادداشتوں کے مجموعے طلبہ نے تیار کیے تھے اُن میں سے چھ مجموعے ہمارے قبضہ میں آئے ہیں دَربھنگہ کے طالب علم مولوی نور الہدی نے جو یادداشتیں تیار کی تھیں وہ سب سے زیادہ مفصل ہیں۔'' (تحریکِ شیخ الہندؒ ص۲۷۲)

یہ کتاب مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ نے لکھی تو اِس کا اِفتتاح صدر جمہوریۂ ہند فخرالدین علی احمد مرحوم نے قصرِ صدارت میں کیا جس میں ہندوستان کے تمام زعماء اَور اراکینِ اسمبلی اَور وُزراء کو مدعو کیا۔ان منتخب پانچ ہزار سیاست دانوں لیڈروں اَور دانشوروں کے سامنے ہندوستان کی آزادی کے بعد پہلی بار یہ بات آئی کہ علماء نے جہادِ آزادی میں کتنے بڑے کارنامے اَنجام دیے ہیں جو اَنگریزوں کی سی آئی ڈی کی رپورٹوں سے ثابت ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے اِس تعارف کے بعد گزشتہ سلسلۂ کلام کے تکملہ کے لیے عرض کرتا ہوں کہ کانگریس کی تجاویز جمعیۃ کی تجاویز سے مختلف تھیں اَور وہ یہ ہیں :

ہندوستان کی تقسیم ہندوستان کے ہر جز کے لیے تباہ کن ہے لٰہذا کانگریس ہندوستان کے اتحاد کی حامی ہے۔

کانگریس کی کوشش یہی رہے گی کہ تمام صوبے بلا کسی جبر کے محض خوشی سے ایک مشترک مرکز بنائیں۔

اگر کسی صوبہ کی علانیہ مرضی اِس اِتحاد و اِشتراک کے مخالف ہو اَور وہ اِس مشترک مرکز میں شریک نہ ہونا چاہے تو کانگریس اِس کو شرکت پر مجبور نہیں کر سکتی۔

جس قدر علاقے اِس مشترک مرکز میں شریک ہوں گے وہ پورے پورے خود مختار ہوں۔(توضیح تجاویز مؤلفہ مولانا سیّد محمد میاں صاحب ص۱۰ بحوالہ تیج مورخہ ۱۳/اپریل ۱۹۴۲ء نمبر ۹۹ ج ۲۰ نیز تیج مورخہ ۱۰/اکتوبر ۱۹۴۴ء نمبر ۲۶۵ ج ۲۳)

مئی ۱۹۴۲ء میں آل اِنڈیا کانگریس کمیٹی کے اِجلاس میں نمبر ۳ مشترک مرکز سے علیحدگی کے خلاف جگت زائن نے آواز اُٹھائی۔

۶/اگست ۱۹۴۲ء کو کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کا بمبئی میں اِجلاس ہوا اِس میں طویل ریزولیوشن پاس ہوا جس میں یہ بھی ہے'' کانگریس کے نظریہ کے مطابق یہ آئین فیڈرل ہونا چاہیے اَور اِس فیڈریشن میں شریک ہونے والی یونٹوں کے لیے زیادہ سے زیادہ آزادی ہونی چاہیے اَور اِختیارات ماقبی اِن ہی یونٹوں کے ہاتھ میں ہونے چاہئیں۔''

اِسی اِجلاس میں ایسے عالمگیر فیڈریشن کی تجویز بھی کی گئی تھی جس کے بعد ہر ملک کے لیے ترکِ اسلحہ قابلِ عمل ہوگا اَور عالمگیر فیڈرل فوج کے ذمہ دُنیا کا اَمن قائم رکھنا ہوگا۔(توضیح تجاویز ص ۱۳ و ص ۱۴ بحوالہ تیج مورخہ ۸/اگست ۱۹۴۲ء نمبر ۲۱۶ ج ۲۱)

اِس سے اگلے دِن کانگریس ورکنگ کمیٹی کے تمام اَرکان گرفتار کر لیے گئے ملک بھر میں گرفتاریاں اَور بلوے شروع ہو گئے۔

پھر ۱۹۴۵ء میں آل اِنڈیا کانگریس کمیٹی کو اِجلاس کا موقع ملا اُس میں جو تجاویز پاس ہوئیں اُن میں یہ بھی تھا کہ آل اِنڈیا کانگریس کمیٹی کے اگست ۱۹۴۲ء والے ریزولیوشن کے مطابق جمہوری طریقہ پر منتخب شدہ کانسٹی ٹیوب اسمبلی ہندوستان کی حکومت کے لیے ایک آئین تیار کرے گی جو قوم کے تمام طبقوں کے لیے قابلِ قبول ہونا چاہیے۔ کانگریس کے نظریہ کے مطابق یہ آئین ایک وفاقی نوعیت کا ہونا چاہیے جس میں ریزیڈری پاورس (غیر مصرحہ اِختیارات) فیڈریشن میں شامل ہونے والی یونینوں کو حاصل ہونے چاہئیں۔ بنیادی حقوق جو کراچی کانگریس نے بیان کیے تھے اَور اِس کے بعد اُن میں جو اضافہ ہوا ہے وہ اِس آئین کا لازمی جز ہونا چاہئیں۔ (توضیح ص ۱۵)

یہ تجاویز اَور اِن کی تشریحات وحوالجات توضیح کے ص ۲۴ تک لکھے گئے ہیں۔

یہ کانگریس کا اَندازِ فکر تھا اَور جو فارمولا میں نے پہلے مضمون میں پیش کیا تھا وہ جمعیۃ علماء کا اَندازِ فکر تھا۔

مولانا آزاد کا پیش کردہ فارمولا کانگریس کا نہیں تھا اِس کی دُوسری دلیل یہ ہے کہ مولانا آزاد کی ملاقات کو قائداعظم نے نہیں تسلیم کیا تھا اِس لیے بعد میں برٹش وفد سے کانگریس کے اُس وقت کے عہدیداروں نے ملاقات کی تھی، اُس میں دیکھ لیجئے مرکز میں مسلمانوں کی ۴۵ فیصد نشستوں وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

محترم مسعود صاحب نے نجیب الدولہ نواب اَودھ کا ذکر فرمایا ہے۔

☆ یہ مثال تو اُس وقت صحیح ہو سکتی تھی جب یہ بھی ثابت کیا جائے کہ اِن سبھوں نے اپنے اپنے علاقوں کی حد بندی کر لی تھی یہ حدود اِنٹرنیشنل تسلیم شدہ بن گئی تھیں پھر اُنہوں نے متحد ہو کر دُوسرے ملک پر حملہ کیا اَور کامیاب ہوئے۔ تو اِسی طرح اَب پاکستان ہندوستان کو فتح کرے گا لیکن اگر ایسا نہیں ہوا تھا ملک تو ایک ہی تھا قوتِ حاکمہ کی کمزوری سے سرکش قومیں تاخت وتاراج پر اُتر آئی تھیں تو یہ مثال اُن کی دلیل نہیں بلکہ فریقِ دوم کی دلیل بن سکتی ہے جو تقسیم کو ترجیح نہیں دیتے تھے اَور صوبائی خودمختاری اَور اُن کے وسیع غیر مصرحہ اِختیارات کے حامی تھے۔

بہرحال ہم دُعاء گو ہیں خدا وہ دِن لائے کہ ہم فاتح ہوں اَور ہند مفتوح۔ نیز اِن کا یہ کہنا بھی دُرست نہیں ہے کہ ہندو ذہنیت نے پہلے مسلم کُشی کی ہے اَور امریکہ نے اَب شروع کی ہے جبکہ اِس سے بہت پہلے عیسائیوں نے اسپین میں مسلمانوں کی اَیسی نسل کُشی کی تھی جس کی مثال نہیں ملتی بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ یہود ہوں یا

عیسائی یا ہندو مشرک سب عہدِ رسالتماب علیہ وسلم صلی اللہ سے لیکر آج تک ایک جیسے ہیں اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ اِس لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَور صحابۂ کرامؓ نے اِن پر کبھی اعتبار نہیں کیا اَور اِن کے معاہدوں پر بھی اعتماد نہیں کیا اَور اِسلامی تعلیم کے مطابق کبھی عہد شکنی بھی نہیں کی اَور اپنی عیسائی یہودی اَور مشرک رعایا کا بھی قتلِ عام کبھی نہیں کیا۔

پہلا مضمون اِس لیے لکھا گیا تھا کہ اَخبارات میں مطالبہ ہوا تھا کہ دلیلیں پیش کی جائیں یہ دُوسرا مضمون اِس لیے لکھا گیا ہے کہ مسعود صاحب نے ایک نئی بحث نظریۂ قومیت کی چھیڑ دی۔ میرا خیال ہے ہر دو موضوعات پر بقدرِ ضرورت تاریخی مواد ضبطِ تحریر میں جوابًا آ گیا ہے۔ اَب اِس سے زیادہ بحث برائے بحث اَور فضول ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر چلائے۔

حامد میاں غفرلہٗ

۱۳؍ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ/ ۸؍جنوری ۱۹۸۴ء چہار شنبہ

جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

☆

تکملہ

مولانا محمد یحییٰ صاحب اعظمی کی نظم یہ ہے :

وہ جس کی زندگانی کا شرف ہو اُسوۂ یوسف
اُسے ہوگی بھلا کیا سجن و زِنداں سے پریشانی
پرستارانِ حق گھبرائیں کیوں اِس یوسفِستاں سے
یہ زِنداں تو رہا ہے جلوۂ گاہ ماہِ کنعانی
مبارک سرخوشانِ عیش کو کاشانۂ راحت
مجاہد کے لیے زَیبا نہیں ذوقِ تن آسانی
شعار اُس کا بزرگانِ سلف کا زُہد و تقوی ہے
جہاد اُس کا نہیں پابند قید سبحہ گردانی

جدا ہے رسم و راہ خانقاہی سے طریق اُس کا
زمانہ سے الگ ہے اُس کا آئینِ خدادانی
صحابہ کی حیاتِ پاک کو اُس نے نہیں جانا
حقیقت میں یہ شانِ زندگی جس نے نہ پہچانی
وہ جس کی خلوتِ شب کی بدولت اَب بھی تازہ ہے
گدازِ بوذر و عشقِ اُویس و سوزِ سلمانی
یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
اِن ہی کے اِتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
اِنہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے
اِنہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دُنیا میں اَور دُنیا سے بالکل بے تعلق ہوں
پھریں دریا میں اَور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے
اَور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخن دانی

یہ نظم مولانا محمد یحییٰ صاحب اعظمی نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ''نوائے حیات'' میں ایک عالمِ ربانی کی اِسارت کے عنوان سے لکھی تھی۔ (حاشیہ مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۳۲۶)

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مدینہ منورہ تحریر فرماتے ہیں :

''میرے اَکابر محض خوش اعتقادی نہیں بلکہ واقعہ ہے اَور جو بھی نبی کریم ﷺ کی زندگی حضور کے معمولات اِرشادات کا واقف ہوگا اَور چند روز اِن اَکابر کی مجالس میں شرکت کر چکا ہوگا وہ خود محسوس کرے گا کہ اِن اَکابر علی اللہ مراتبہم کو اللہ جل شانہٗ نے اپنے فضل و کرم سے اِتباعِ سنت کا وافر حصہ عطا فرمایا ہے کہ اِن کے اِرشادات بھی جواہر پارے ہوتے ہیں اَور اِن کا سکوت موجبِ ترقیاتِ باطنی ہے اِن کے بارے میں

جس شخص نے کہا ہے بالکل صحیح کہا ہے ''یہی ہیں'' پھر شیخ نے یہ چاروں شعر نقل فرمائے ہیں ۔(ماخوذ اَز موت کی یاد ص ۳ ناشر شاہین ٹریڈنگ کمپنی کراچی)

حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا شاہ اَشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے بیعت تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے پھر دارُالعلوم میں شیخ التفسیر رہے پھر جامعہ اِسلامیہ ڈابھیل میں شیخ الحدیث رہے پھر ریاستہائے متحدہ بلوچستان میں وزیرِ معارفِ شرعیہ رہے پھر چند سال جامعہ اِسلامیہ بہاولپور میں شیخ التفسیر رہے۔ وسیع الاطلاع اَور دقیق النظر تھے۔ دیوبند میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی پر نظر ثانی کی اہم ذمہ داری بھی قیامِ دیوبند کے دوران آپ کو تفویض کی گئی تھی۔ تحریر، تقریر، تدریس سب میں بلند پایہ تھے۔ اِنہوں نے علامہ کے تین اَشعار کا جواب تین ہی اَشعار میں لکھا۔ ایک دفعہ یہ اَشعار میں نے سنے تو فرمائش کی کہ یہ اَشعار مع شرح تحریر فرمادیں تو اُنہوں نے ۲۱ رشوال ۱۳۷۸ھ کو یہ اَشعار لکھ کر اِرسال فرمائے اَور شرح ۲۸ رذیقعدہ ۱۳۷۸ھ کو اِرسال فرمائی ۔

نظامِ قوم بدو گونہ می شود پیدا
اگر ہنوز ندانی کمالِ بولہبی ست

نظامِ ملتِ واحد باختلافِ بِلاد
قوام گیر زجذب محمد عربی ست

نظامِ دوم کہ قائم میانِ صد ملل سست
نظامِ وحدت ملکی ست ایں چہ بوالعجبی ست

یعنی قومیت کے دو قسمیں ہیں: اَوّل یہ کہ اَفراد کا دین ایک ہو اگر چہ اَوطان مختلف ہوں جیسے کہ اِسلامی قومیت کے تحت تمام مسلمان ایک قوم ہیں اگر چہ وطن مختلف ہیں۔ دوم یہ کہ وطن اَور وطنی مفاد ایک ہوں اگر چہ دین مختلف ہوں جیسے کہ مکہ معظّمہ میں قریش کی قوم ایک تھی اگر چہ دین مختلف تھا۔

اَور مدینہ منورہ میں مہاجرین ، اَنصار اَور یہود کا وطن ایک تھا اگر چہ اُن کا دین ایک نہ تھا، اِسی بناء پر حضور علیہ السلام نے یہود کے ساتھ وطنی مدافعت کے تحت ایک معاہدہ کیا تھا کہ جب مدینہ پر کوئی حملہ آور ہو تو سب مل کر مقابلہ کریں۔ حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اگر دہلی والی تقریر میں قسم دوم کا ذکر کیا ہے

تو اِس سے قسمِ اوّل کا اِنکار لازم نہیں آتا اَور اِقبال مرحوم نے اگر اپنے اَشعار میں قسمِ اَوّل کا ذکر کیا تو اِس سے قسمِ دوم کی تردید لازم نہیں آتی۔ اِس بناء پر اِنکشافِ حقیقت کے بعد اِقبال مرحوم نے رجوع کیا۔

حامد میاں غفرلہٗ

روزنامہ ''جنگ لاہور'' ۷؍جنوری ۱۹۸۴ء کی اشاعت میں علامہ اِقبال مرحوم کا یہ شعر عجم ہنوز الخ طبع ہوا تو ''جاوید'' صاحب نے اِسی بحر میں ۱۷؍جنوری کو ایک نظم لکھ کر مجھے پہنچائی اُن کے علم میں علامہ اِقبال سہیل کی نظم نہ تھی، میں نے عرض کیا تو اُنہوں نے اِس کا بھی مطالعہ کیا۔ اُن کی نظم کا عنوان ہے ''علامہ حسین احمد مدنی رحمہ اللہ'' اَور وہ یہ ہے :

علامہ حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

عجم برنگ عرب مسلم اَست ہم ز اَزل
ز آب فکر نُبوغش بہارِ شرعِ نبی است

ز دیوبند پے سرفرازیٔ اِسلام
ظہور کرد حسین احمد اِیں چہ خوش سببی است

حسین احمد حق بستہ حق نمایندہ
کہ علمش اہل قلم را گل و گہر ذہبی است

چو بوالکلام رحمہ اللہ چہ دانائے رَمز لفظ و کلام
چو مشرقی ہمہ تحریکِ حریت طلبی است

خدا شناس و پیمبر حدیث و قرآن دوست
معلم مدنی و مفکر عجمی است

فرشتہ دم نزند در حریمِ حرمتِ اُو
زدم ہوائے در آلودنش زبے ادبی است

بچشم دید نبی را بعین بیداری
بقابِ قوس عروجش نمازِ نیم شبی است

رُخش درست بود سوئے قبلہ اِسلام
صفاء نیت اُو آبگینۂ حلبی است
ز عالمے بگست و بمصطفٰی پیوست
مدارِ حب خدا بر مدار حب نبی است
چراغ مصطفوی بر فروخت در آفاق
بدہر ماحی دُودِ سیاہ بولہبی است
سرود بر سرمنبر ز وحدتِ آدم
چہ آشنائے مقام محمد عربی است
ز رُوئے قلب بشر داغ کین و نفرت شست
بنطق اہلِ محبت حلاوتِ رُطبی است
نکرد فتنہ بپا اَز اشارت اَفرنگ
مذاقِ مذہب اِسلام آشتی طلبی است
اگرچہ ہند مقام تولدش باشد
طریق و مشرب و ذوق و نہادِ اُو عربی است
بیا ز تاک کتابش پیالۂ درکش
سوادِ نقطۂ ہر لفظ دانۂ عِنَبی است
بجائے فکرِ خودی بے خودی و خُلق آموز
خودی مورز کہ ہیجانِ قوتِ غضبی است
حذر کہ کفر دریں عصر گشتہ اِسلامی
حذر کہ بولہبی در نقابِ مطّلبی است
بعالمے کہ یقینش رسید می بینم
ہنوز نطق فلاطوں بقعر بستہ لبی است

مذاقِ قوم مگر ملحدانہ شد جاوید
که کارِ بت شکنی در شمار بوالعجبی است

علامہ اِقبال سہیل کی پوری نظم یہ ہے :

معاندے کہ بشیخ الحدیث خوردہ گرفت[1]
سبک بخشم فروز ایں سباب بے سببی ست
برگفت برسر منبرکہ ملت اَز وطن است
دروغ گوئی و ایراد ، ایں چہ بوالعجبی ست
بیان اُو ہمہ تخییل و بحث در تفسیر
زبان اُو عجمی و کلام در عربی ست
درست گفت محدث کہ قوم اَز وطن ست
کہ مستفاد ز فرمودۂ خدا و نبی ست
زبان طعن کشودی مگر نہ دانستی
کہ فرق ملت و قوم اَز لطائف ادبی ست
تفاوتے است فراواں ، میانِ ملت و قوم
یکے زکیش و دگر کشوریست یا نسبی ست
بملت اَرچہ براہیمی است سرورِ ما
ولے بقوم حجازی بہ نسل مطلبی ست
زقوم خویش شمرد اہل کفر را باحد
رسولِ پاک کہ نامش محمد عربی ست
خدائے گفت بقرآں لکل قوم ھاد
مگر بہ نکتہ کجا پے برد کسے کہ غبی ست

---

[1] کسے کہ خوردہ گرفت است بر حسین احمد

بقومِ خویش خطاب پیمبراں بنگر
پُر اَز حکایت یا قوم مصحف عربی ست
بلند تر بود اَز قوم رُتبۂ ملت
کہ حَبل دین قوی تر ز رشتۂ نسبی ست
کسے کہ ملت اِسلام نورِ سینۂ اُو ست
برو رَواست اگر زنگی ست و رحلبی ست
مگر بہ ہموطناں در جہادِ اِستخلاص
مجاہدانہ تعاون ز رُوئے حق طلبی ست
سلوکِ رفق و مدارا بہ جار و ذی القربیٰ
عمل بحکمِ الٰہی و اِتباع نبی ست
محبت وطن است اَز شعائرِ اِیماں
ہمیں حدیث پیمبر فدیتہٗ بابی ست
نظر نبودن و بادیدہ ور در افتادن
دو گونہ شیوۂ بوجہلی ست و بولہبی ست
رموزِ حکمتِ ایمان ز فلسفی جستن
تلاش لذتِ عرفان ز بادہ و عنبی ست
خموشی اَز سخن ناسزا گزیدہ تر است
کہ ہرزہ لاف زدن خیرگی و بے اَدبی ست
بہ دیوبند در آ گر نجات می طلبی
کہ دیو نفس سلحشور و دانش تو صبی ست
بگیر راہِ حسین احمد اَر خدا خواہی
کہ نائب ست بنی را و ہم ز آلِ نبی ست

علامہ اِقبال احمد خان سہیل ایک اعلیٰ قانون دان تھے لیکن اُنہیں کلامِ فارسی پر خداوندِ کریم نے قدرتِ تامہ بخشی تھی۔ایک اَور نظم پر حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے اُنہیں اِن الفاظ سے دادِ تحسین دی تھی :

''واقعی نفیس ہے اَور لُطف یہ کہ سلیس ہے گویا سہل ممتنع ہے میں نے نقل کر لی''

(حکیم الامت ص۲۳۲)

وہ نظم حضرت مدنیؒ کی ۱۹۳۲ء میں مبارکپور مدرسۃ الاصلاح سرائے میر آمد کے موقع پر اُنہوں نے لکھی تھی اَور ایک طالب علم نورُ الہدیٰ کو پڑھنے کے لیے دے دی کیونکہ حضرت مدنیؒ اپنی تعریف سُنّی پسند نہیں فرماتے تھے جیسے کہ اِسلام کی تعلیم ہے ؂

اے سایہ ات بالِ ہما خوش آمدی خوش آمدی
اھلا و سھلا مرحبا خوش آمدی خوش آمدی

اے شمعِ ایوانِ حرم اے سروِ بستانِ حکم
اے خضر اَربابِ ہدیٰ ، خوش آمدی خوش آمدی

اے خازنِ اسرارِ حق ، اے مَہبطِ اَنوارِ حق
اے حق پسند و حق نما ، خوش آمدی خوش آمدی

سرکردۂ اَربابِ دیں ، سر دفترِ اہل یقین
سرچشمۂ صدق و صفا ، خوش آمدی خوش آمدی

اے مستشارِ مؤتمن ، اے مقتدائے ممتحن
اے بادلِ درد آشنا ، خوش آمدی خوش آمدی

اے قاسمِ فیض کہن ، اے ظل محمود الحسن
اے یادگارِ اَتقیا ، خوش آمدی خوش آمدی

اے یوسفِ کنعان ما ، بادا فدایت جانِ ما
ہاں اے اَسیر مالٹا ، خوش آمدی خوش آمدی

اے رایت فتح مبین ، اے آیت علم و یقین
اے شمع جمعِ اَصفیاء ، خوش آمدی خوش آمدی
اے کنز اَخبارِ نبی ، مقبول سرکار نبی
اے پرتو شمعِ حرا ، خوش آمدی خوش آمدی
اے نازشِ خاکِ وطن ، اے مرجع اَربابِ فن
اے دردِ دِلہارا دوا ، خوش آمدی خوش آمدی
آئینۂ فیضِ اَزل ، گنجینۂ علم و عمل
تصویرِ تسلیم و رضا ، خوش آمدی خوش آمدی
اَز مقدمت دل شاد شد ، ویرانہ اَم آباد شد
اے برتو چومن صد فدا ، خوش آمدی خوش آمدی
دِلہا تہ اَقدام تو ، وِرد زبانہا نامِ تو
آید ز ہر سو اِیں صدا ، خوش آمدی خوش آمدی
اے گلشنِ علم و ہنر ، شد اَز قدومت مفتخر
گوید ہمیں نورالہدی ، خوش آمدی خوش آمدی

لُغات

(۱) خردہ گیری : عیب جوئی، نکتہ چینی۔(۲) سبک : تیز، ہلکا، بے عزت۔
(۳) خشم : غصہ، ناراضگی، عتاب۔(۴) فروز : روشن کرنے والا۔(۵) اِیراد : اعتراض کرنا۔
(۶) کیش : مذہب۔(۷) کشور : ملک۔(۸) روا : درست، مباح، مروج۔
(۹) زنگی : حبشی، زنگبار کا رہنے والا۔(۱۰) دیدہ ور : بینا، دانا۔(۱۱) ھرزہ : بیہودہ، لغو۔
(۱۲) ناسزا : نامناسب۔(۱۳) گزیدہ : پسندیدہ۔(۱۴) لاف زدن : شیخی مارنا، بڑا بول بولنا۔
(۱۵) خیرگی : چکاچوند، تاریکی، عداوت۔(۱۶) سلحشور : بہادر سپاہی، ہتھیار بند سپاہی، میگزین کا داروغہ۔
(۱۷) دیو : قوی ہیکل آدمی، (ہندی میں) مقدس دیوتا۔(۱۸) صبی: بچہ۔(۱۹) ہم زآل نبی ست: کیونکہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ حسینی سیّد ہیں حضرت سیّد توختہ رحمہ اللہ کی اَولاد میں ہیں جن کا مزار اَقدس لاہور میں ہے۔

اِس نظم پر عبدالماجد دریا آبادی نے اپنے رسالہ ''سچ ''میں لکھا :

''صحیح زبان میں، اِتنی صحیح مدح، صحیح موقع پر، صحیح شخص کے لیے شاعری کے عالم میں بہت کم دیکھنے میں آئی ہے، اللہ مادح کو جزائے خیر دے اَور ممدوح کی عمر میں برکت نصیب فرمائے۔''

''سچ'' ۲۸؍مئی ۱۹۳۲ء

(ماخوذ اَز : حاشیۂ مکتوب شیخ الاسلام ج ۲ ص ۵۲)

﴿ شب ِبراءت کی مسنون دُعا ﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کو میں نے شب ِبراءت سجدہ میں یہ دُعا کرتے سُنا :

اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرَضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْكَ جَلَّ وَجْهُكَ لَآاُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ .

''اے اللہ! میں پناہ طلب کرتا ہوں آپ کے عفو وکرم کے صدقے آپ کی سزا سے اَور میں پناہ طلب کرتا ہوں آپ کی رضا کے صدقے آپ کی ناراضگی سے اَور میں پناہ طلب کرتا ہوں آپ کے صدقے آپ کی پکڑ سے، آپ کی ذات بزرگی والی ہے میں آپ کی تعریف کا حق اَدا نہیں کرسکتا، آپ تو اَیسے ہی ہیں جیسے آپ نے خود اپنی تعریف کی ہے۔''

صبح کو میں نے آپ سے اِن دُعاؤں کا تذکرہ کیا تو تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اِن دُعاؤں کو یاد کرلو اور دُوسروں کو بھی اِن کی تعلیم دو کیونکہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے یہ دُعائیں سکھائیں اور کہا کہ سجدہ میں یہ مکرر سہ کرر پڑھی جائیں''۔ (ماثبت بالسنۃ ص ۱۷۳)